اخبار اُمت

مسئلہ فلسطین حماس کی نظر میں

اخذ و تلخیص: سمیع الحق شیر پاؤ

۲۰۱۲ء کے اواخر میں لبنان کے دارالحکومت بیروت میں عرب بہار کے پس منظر میں مسئلۂ فلسطین کا جائزہ لینے کے لیے ایک کانفرنس منعقد ہوئی۔ اس موقع پر فلسطینی رہنما خالد مشعل نے مسئلہ فلسطین پر حماس کا موقف تفصیل کے ساتھ پیش کیا۔ اس اہم دستاویز کا خلاصہ پیش کیا جا رہا ہے۔ ادارہ

تحریک مزاحمت حماس محض ایک اسلامی تحریک نہیں، بلکہ یہ تحریک آزادی فلسطین کا ہراول دستہ بھی ہے۔ لہٰذا فلسطین کے بارے میں ہماری پالیسی دو اور دو چار کی طرح بالکل واضح ہے۔ ہم سرزمین فلسطین اور اپنی پالیسی کو درج ذیل نکات کی صورت میں پیش کرتے ہیں:

۱- فلسطین مشرق میں دریاے اردن سے لے کر مغرب میں بحیرہ روم تک اور شمال سے لے کر جنوب تک فلسطینی عوام کی سرزمین ہے۔ حالات کیسے بھی ہوں، دباؤ جتنا بھی ہو، حماس فلسطین کی ایک بالشت بھر زمین سے بھی کسی صورت دست بردار نہیں ہوگی۔

۲- ہم فلسطین پر کسی قسم کے قبضے کو تسلیم نہیں کرتے۔ فلسطین کے کسی بھی حصّے میں نہ اسرائیل کے وجود کو تسلیم کرتے ہیں، نہ اس کے کسی حق کو۔

۳- آزادیِ فلسطین ہمارا قومی، ملی اور دینی فریضہ ہے۔ یہ صرف عرب اور مسلم امہ کا ہی نہیں تمام انسانیت کا مسئلہ ہے۔

۴- جہاد اور مسلح جدوجہد ہی آزادی فلسطین کا حقیقی اور صحیح راستہ ہے۔ تاہم، ہم ہر قسم کے سیاسی، قانونی اور سفارتی ذرائع کو بھی استعمال کرنے پر یقین رکھتے ہیں۔

۵- ہم یہودیت کے پیروکاروں کے خلاف ان کے یہودی ہونے کی وجہ سے نہیں لڑتے بلکہ ہمارا ہدف غاصبانہ قبضہ کرنے والے صہیونی ہیں۔ ہم ہر اس ظالم کے خلاف لڑیں گے جو ہمارے حقوق غصب اور ہماری سرزمین پر قبضہ کرتا ہے۔

۶- ہم تمام مقبوضہ علاقوں کے پناہ گزینوں اور مہاجرین کی وطن واپسی کے حق کی مکمل تائید کرتے ہیں۔ ہم اس مطالبے سے کسی طور سے دست بردار نہیں ہوسکتے۔ اسی طرح ہم فلسطینیوں کو متبادل وطن دینے کی بھی پُرزور مخالفت کرتے ہیں۔

۷- ہمارے نزدیک القدس سمیت پوری مغربی پٹی، غزہ اور ۱۹۴۸ء کے مقبوضہ تمام علاقے ایک ہی وطن کے حصّے ہیں۔ ہم غزہ کو مغربی کنارے سے قطعاً الگ خیال نہیں کرتے۔

۸- ہم فلسطین میں یکساں سیاسی نظام اور ایک ہی قومی حکومت کے خواہاں ہیں۔

۹- ریاست آزادی کا ثمر ہوتا ہے۔ لہٰذا فلسطین کو پہلے آزاد کرانا پھر اس کے پورے رقبے پر مکمل اور خودمختار حکومت کا قیام ہماری پالیسی ہے۔

۱۰- ہم خودمختار قومی پالیسیاں تشکیل دینے کے خواہاں ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ فلسطین کسی دوسرے ملک کے دست نگر اور تابع نہ ہو۔

۱۱- جمہوریت کی بنیاد پر فلسطین میں قومی ادارے تشکیل دینا ہماری پالیسی ہے۔ پہلے صاف اور شفاف انتخابات منعقد کیے جائیں اور عوام کی رائے کا احترام کیا جائے۔

۱۲- دوسرے ممالک کے اندرونی معاملات میں دخل اندازی سے اجتناب کرنا اور تمام ممالک کے ساتھ متوازن تعلقات استوار کرنا حماس کی بنیادی پالیسی ہے۔

۱۳- ہم دینی، نسلی اور مذہبی بنیاد پر تقسیم کی حوصلہ شکنی کرتے ہیں اور اختلاف کے حق کو تسلیم کرتے ہوئے سب کو امت کے مشترکہ مفادات کے لیے مل کر کام کرنے کی دعوت دیتے ہیں۔

● **اعتراضات:** کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ ہماری طرف سے جنگ بندی کی پیش کش شاید مزاحمت سے پیچھے ہٹنے کے مترادف ہے۔ یقیناً ان کی رائے قابل احترام ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ حماس کی تیاریوں اور کارروائیوں کا سفر آزادی فلسطین تک جاری رہے گا۔ وسائل وطریقۂ کار میں وقتاً فوقتاً تبدیلی کرنا اسٹرے ٹیجی کا حصّہ ہے۔ غزہ سے اگرچہ دشمن اور یہودی نوآبادکار

نکل چکے ہیں پھر بھی ہم یہاں دشمن سے برسرِ پیکار ہیں۔ مغربی پٹی میں اگر کئی برسوں سے مسلح جدوجہد نہیں ہورہی ہے تو وہ ہمارے عوام کی مصلحت وضرورت کی بنا پر ہے۔ ان شاء اللہ حالات جیسے ہی سازگار ہوں گے وہاں پر بھی مسلح جدوجہد کا آغاز کر دیا جائے گا۔

جہاں تک غزہ کو الگ کرنے کی بات ہے تو بخدا ہم نے بخوشی یہ نہیں کیا۔ یہ صورت حال ہمارے اوپر مسلط کر دی گئی ہے۔ سب لوگ جانتے ہیں کہ ۲۰۰۶ء کے انتخابات کے نتائج کو علاقائی اور بین الاقوامی قوتوں نے تسلیم نہیں کیا اور ہمیں غزہ کو الگ کرنے پر مجبُور کیا گیا۔ ہم پہلے دن سے اس تقسیم کو ختم کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ ہماری کوشش ہے کہ قومی بنیادوں پر اتفاق رائے سے فلسطینی اتھارٹی اور پی ایل او کے زیرنگرانی مصالحت ہو اور ایسا قومی ایجنڈا ترتیب دیا جائے جو مستقل اقدار پر مبنی، تمام حقوق کا پاس دار اور فلسطین کے قومی مفاد کا ضامن ہو۔

- **عرب بہار اور مسئلہ فلسطین:** حالیہ عرب بہار فلسطین کی آزادی اور صہیونی سازشوں کے مقابلے کے لیے بڑی اہمیّت رکھتی ہے۔ فلسطین کی آزادی کے لیے ضروری ہے کہ اُمت مسلمہ اندرونی و بیرونی طور پر مضبوط و مستحکم ہو اور اس کی خارجہ و داخلہ پالیسی آزاد و خود مختار ہو۔ عرب بہار سے یہ ممکن نظر آنے لگا ہے۔ عالم عرب میں واقع ہونے والی حالیہ تبدیلیاں یقیناً حماس اور دوسری فلسطینی مزاحمتی تحریکوں کے لیے عالمِ عرب میں کام کرنے کے مزید مواقع فراہم کریں گی۔

عرب بہار نے اسرائیل کو بہت پریشان اور بدحواس کر دیا ہے۔ اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ اس نے اپنی پالیسی اور اسٹرے ٹیجی ہی تبدیل کر دی ہے۔ موجودہ صورت حال نے حماس کے سیاسی تعلقات کا روڈ میپ بھی تبدیل کر دیا ہے۔ کہیں اس کے تعلقات میں اضافہ ہوا ہے تو کہیں تعلقات کی نوعیت بدل گئی ہے۔ گذشتہ دو عشروں سے مختلف عرب ممالک کے ساتھ حماس کے تعلقات مختلف نوعیت کے تھے۔ لیکن عرب بہار نے ان تعلقات کو مضبوط کر دیا ہے۔

حماس کے شام کے ساتھ تعلقات میں جو تبدیلیاں آئی ہیں اور جو کچھ اس وقت شام میں ہو رہا ہے ہم ہرگز اس پر راضی نہیں ہیں۔ خدا گواہ ہے اور تاریخ اسے ثابت کرے گی کہ ہماری شروع ہی سے خواہش تھی کہ معاملات اس رخ پر نہ جائیں جس پر اب چل رہے ہیں۔ ہم چاہتے تھے کہ شام پرامن، مضبوط اور طاقت ور رہے باوجودیکہ تحریک مقاومت کے خلاف اس کی پالیسی پچھلے

کئی سال سے مخاصمت پر مبنی تھی جو کہ ایک تاریخی حقیقت ہے۔

مختلف ممالک اور تنظیموں کے ساتھ حماس کے تعلقات متاثر ہوئے ہیں لیکن فلسطین اور فلسطینی مزاحمت ہمیشہ اس کا نصب العین رہا ہے۔ جب حماس کی قیادت اردن میں تھی، اس وقت بھی اس نے اپنا مزاحمتی کام جاری رکھا۔ پھر جب ہم قطر اور شام میں منتقل ہو گئے اور اس کے بعد دوسرے ممالک جیسے مصر میں چلے گئے تب بھی حماس مزاحمتی تحریک ہی رہی، اور فلسطین کی آزادی تک ان شاء اللہ اس کا یہی طرزِ عمل رہے گا۔ عرب بہار اور عالم عرب میں واقع ہونے والی تبدیلیوں نے کچھ وقت کے لیے دنیا کی نظریں مسئلہ فلسطین سے ہٹادی ہیں جو یقیناً ایک نقصان ہے لیکن یہ عارضی نقصان ہے۔ ہمیں پورا یقین ہے کہ عرب عوام اگرچہ اپنی داخلی پریشانیوں میں مصروف ہیں مگر اس کے باوجود فلسطین ان کے دلوں اور نعروں میں موجود ہے۔

● **عرب بہار اور درپیش چیلنج:** عرب ممالک کو درپیش چیلنجوں کے حوالے سے میں کچھ تجاویز پیش کرتا ہوں:

۱- داخلہ اور خارجہ پالیسی میں توازن قائم کرنا چاہیے اور صرف اپنے مفادات کے گرد نہیں گھومنا چاہیے۔ ملکی مسائل کو کامیابی کے ساتھ حل کرنے سے بین الاقوامی سطح پر ملک کی خارجہ پالیسی کو تقویت ملتی ہے اور اس میں ناکامی کی صورت میں موقف کمزور پڑ جاتا ہے۔ ہمارا خیال ہے کہ بڑے بڑے مسائل کے لیے کوشش کرنا، نہ صرف علاقائی سطح پر آپ کی آواز کو مؤثر بنادیتا ہے بلکہ بین الاقوامی کردار پر بھی اثر انداز ہوتا ہے۔

۲- اُمت کے مسائل کا حل صرف اپنے ممالک کی حد تک سوچنے میں نہیں بلکہ پوری اُمت مسلمہ اور عالمِ عرب کا ایک دوسرے سے تعاون اور اتحاد میں مضمر ہے۔ عرب بہار کے ممالک اس وقت، جب کہ وہ اندرونی مسائل میں الجھے ہوئے ہیں اور اپنے ممالک کو نئی بنیادوں پر قائم کرنے میں لگے ہیں، انھیں سوچنا چاہیے کہ وہ اس کے ساتھ ساتھ امت کے مسائل کے بارے میں کیا کرسکتے ہیں۔

۳- مغرب اور بڑے بڑے ممالک کے ساتھ تعلقات استوار کرنا آج کی دنیا میں ایک طبعی امر ہے۔ یہ ہماری سیاسی اور اقتصادی ضرورت ہے۔ لیکن اس کی قیمت مسئلہ فلسطین، اس میں

عربوں کے کردار کے خاتمے اور ان کی ذمہ داریوں سے جان چھڑانے کی صورت میں نہ ہو۔ ہماری رائے میں مغرب کے ساتھ تعلقات محض مراعات کے بدلے میں استوار نہیں کرنے چاہییں، اس لیے کہ عرب بہار کے ممالک اپنے عوام کے ارادے سے چلتے ہیں نہ کہ بیرونی امداد سے۔

۴- عرب اسرائیل کی کش مکش کے حوالے سے عرب ممالک اور عرب لیگ کو اپنی سیاسی سوچ کو وسیع اور حکمت عملی کو تبدیل کرنے کی ضرورت ہے۔ انھیں حماس کے بارے میں بھی اپنے موقف میں تبدیلی لانی چاہیے۔ پہلے جو کچھ تحریک کے لیے ممنوع تھا جیسے اسلحہ کی فراہمی وغیرہ، اب اس کی اجازت ہونی چاہیے۔

اب، جب کہ فوجی جنگوں کا دور نہیں رہا، امت مسلمہ کو اس سنہری موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے مسئلہ فلسطین کے حل کے لیے آگے آنا چاہیے۔ ۱۹۶۷ء سے اب تک اسرائیل کوئی جنگ نہیں جیت سکا سوائے ۱۹۸۲ء کے۔ وہ بھی صرف اس وجہ سے کہ لبنان سے فلسطینی تحریک کو نکال دیا گیا تھا۔ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے فضل کے بعد مجاہدین کو فراہم کردہ اسلحے سے ممکن ہوا۔

اسی طرح اب فلسطین کے نام سے دولت کمانے کے پراجیکٹ ختم ہونے چاہییں۔ اب نئی حکمت عملیاں تلاش کرنے کی ضرورت ہے جن میں حقیقی طاقت کا حصول سرفہرست ہے۔

۵- اسرائیل کے ساتھ تصفیہ کے معاہدات اور ان معاہدات کے پشت پر کھڑے ممالک کی پالیسیوں پر بھی نظرثانی کی ضرورت ہے۔ اسرائیل کے ساتھ سیاسی سمجھوتے اور معاہدے، اُمت مسلمہ اور فلسطین کے حق میں نہیں ہیں۔ اس لیے کہ اسرائیل نہ کبھی دوست تھا، نہ ہوگا۔ عرب بہار کے بعد اسرائیل سے دوستی بڑھانے کی باتیں بالکل میل نہیں کھاتیں۔

۶- فلسطین کو صرف اسلام پسندوں کی حمایت کی ضرورت نہیں ہے۔ حماس، جہاد اسلامی اور دیگر جہادی تحریکوں کو پوری امت کی پشت پناہی کی ضرورت ہے، جن میں اسلام پسند، قوم پرست، لبرل اور بائیں بازو کی طاقتیں سب شامل ہیں۔

عرب بہار کے نتیجے میں ہماری خواہش ہے کہ امت مسلمہ امت واحدہ بن کر اُبھرے اور فلسطین پر ایک موقف اختیار کرے۔ ان کی داخلہ پالیسی عوامی خواہشات کے مطابق ہو اور خارجہ پالیسی مضبوط بنیادوں پر استوار ہو تاکہ صہیونی دشمن کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کی جاسکے۔